329

مکاتیبِ اقبالؒ

بنام

صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم

ڈاکٹر رحیم بخش شاہین

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

330

صوفی تبسم کا علامہ اقبالؒ سے باقاعدہ تعارف ۱۹۲۳ء میں حافظ شیرانی کے ذریعے ہوا۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان ملاقاتوں میں کبھی کبھی ڈاکٹر تاثیر بھی اُن کے ہمراہ ہوتے تھے۔ علامہ اقبالؒ اُن کی زبان دانی اور سخن فہمی کے معترف تھے۔ بقول ڈاکٹر تاثیر علامہ کے ہاں اُن کی آمد و رفت بکثرت تھی اور علامہ اقبالؒ انھیں فارسی محاورے اور زبان کا استاد سمجھتے تھے اور اسناد کے سلسلے میں اُن سے بارہا مشاورت کرتے تھے۔

مکتوب الیہ کا تعارف

صوفی غلام مصطفےٰ تبسم ۴ اگست ۱۸۹۹ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام صوفی غلام رسول تھا۔ تعلیم کی ابتدا مفتی حکیم غلام رسول کے مطب میں ہوئی۔ چرچ مشن ہائی سکول امرتسر سے میٹرک اور خالصہ کالج امرتسر سے ایف اے کر کے بی۔ اے میں داخلہ لیا لیکن شعر و شاعری میں انہماک کی بنا پر تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں بی۔ اے میں ناکام ہو گئے اور پھر لاہور آ کر ایف۔ سی کالج میں نئے سرے سے بی۔ اے میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں فارسی آنرز کے ساتھ بی۔ اے کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے ایک سال میں ایم۔ اے فارسی کی سند حاصل کی۔

ملازمت کا آغاز آرمی میڈیکل ڈائرکٹوریٹ سے کیا مگر یہ ملازمت طبیعت سے میل نہ کھاتی تھی اس لیے جلد ہی ترک کر دی اور سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں بی۔ ٹی کی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۲۶ء میں بی۔ ٹی کی سند حاصل کر کے گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر میں سینئر ٹیچر مقرر ہو گئے۔ پھر انسپکٹر آف سکولز بنے۔ ۱۹۲۷ء میں لاہور آ گئے اور سنٹرل ٹریننگ کالج میں السنۂ شرقیہ کے لیکچرار مقرر ہوئے۔

۱۹۳۱ء میں گورنمنٹ کالج لاہور آ گئے۔ ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر رشید احمد ریٹائر ہو [illegible] شعبۂ فارسی کے صدر مقرر ہو گئے۔ اس دوران پنجاب یونیورسٹی میں فارسی اور اردو ایم۔ اے [illegible] کو بھی پڑھاتے رہے۔ اس زمانے میں صوفی تبسم کو پطرس بخاری، ڈاکٹر تاثیر اور سید عابد علی عابد کی ادبی رفاقت میسر آئی۔

صوفی تبسم نے گورنمنٹ کالج لاہور میں علمی و ادبی سرگرمیوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ تقریباً ربع صدی تک اس کالج میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۵۴ء میں ریٹائر ہوئے۔

فارسی زبان و ادب میں مہارت کی بنا پر خانۂ فرہنگ ایران لاہور کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد اسی جگہ فارسی کے معلم بنے۔ اس دوران میں سول سروس اکیڈمی اور فنانس سروس اکیڈمی میں بنگالی طالب علموں کو اردو بھی پڑھاتے رہے۔

۱۹۶۴ء میں ریڈیو پاکستان لاہور میں سٹاف آرٹسٹ بنے اور پھر سکرپٹ رائٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔ اس زمانے میں انہیں پاکستان ٹیلی ویژن پر "اردو سبق" کے نام سے ایک پروگرام پیش کرنے کا موقع ملا۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں پاکستان آرٹس کونسل لاہور کے چیئرمین اور مارچ ۱۹۷۶ء میں اقبال اکادمی لاہور کے نائب صدر مقرر ہوئے۔

ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے تمغۂ کارکردگی اور ستارۂ امتیاز اور حکومتِ ایران نے "نشانِ سپاس" سے نوازا۔

صوفی تبسم کا شمار صفِ اوّل کے شعرا میں ہوتا ہے۔ وہ اردو، فارسی اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ ان کی شاعری کا آغاز امرتسر سے ہوا۔ حکیم فیروز الدین طغرائی (وفات ۱۹۲۱ء) سے اصلاح لی۔ اس بنا پر مولانا محمد حسین عرشی (وفات ۱۹۸۵ء) کے استاد بھائی ٹھہرے۔ پہلے اصغر تخلص کرتے تھے۔ پھر استاد کے مشورے پر "تبسم" اختیار کیا اور اسی تخلص سے معروف ہوئے۔ شہباز کاشمیری اور عرفانی کاشمیری کے قلمی ناموں سے بھی لکھتے رہے۔ علمی و ادبی حلقوں میں صرف شاعر کی حیثیت سے نہیں، انشاپرداز، افسانہ نگار، مترجم، شارح اور نقاد کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ وہ مختلف اداروں میں متعدد رسالوں کے مدیر، نگران اور ان کی مجلسِ مشاورت کے رکن رہے۔ ۷ فروری ۱۹۷۸ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے سے فوت ہوئے اور لاہور میں دفن ہوئے۔

صوفی تبسم کی تصانیف کی تعداد ۲۵ کے لگ بھگ ہے۔ ان تصانیف کی فہرست ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے ترتیب دی ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ انتخاب کلام امیر خسرو، طوطیِ شکر مقال
۲۔ انجمن (مجموعہ کلام) فارسی، اردو، پنجابی
۳۔ پنجاب کی شاعری پر فارسی روایات کا اثر
۴۔ ٹوٹ بٹوٹ

۵۔ جو لئے ۶۔ حکمتِ قرآن
۷۔ دو ناٹک ۸۔ روحِ غالب
۹۔ کلیاتِ طغرائی (مرتبہ: صوفی تبسم)

اقبال اور تبسم

صوفی تبسم کا علامہ اقبال سے باقاعدہ تعارف ۱۹۲۲ء میں حافظ محمود شیرانی (وفات ۱۹۴۵ء) کے ذریعے ہوا۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان ملاقاتوں میں کبھی کبھی ڈاکٹر تاثیر بھی ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ علامہ اقبال ان کی زبان دانی اور سخن فہمی کے معترف تھے، بقول ڈاکٹر تاثیر:

> "ان کی آمد و رفت بکثرت تھی اور علامہ اقبال انہیں فارسی محاورے اور زبان کا استاد بھی سمجھتے تھے اور سندات کے سلسلے میں انہیں کئی ارشادات کیا کرتے تھے۔ نیز یہ کہ صوفی تبسم ان چند دست دراز لوگوں میں سے تھے جو ڈاکٹر صاحب کے حقے پر ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے"

صوفی تبسم جب تک زندہ رہے علامہ اقبال سے اپنی عقیدت اور نیاز مندی کا تعلق نبھاتے رہے۔

صوفی تبسم کی اقبال شناسی

وہ اقبال کے شارح، مترجم اور ان کے کلام کے انتخاب کنندہ کے طور پر خاص شہرت رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال کے حوالے سے ان کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ انتخابِ کلامِ اقبال: مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان، طبع اوّل ۱۹۷۷ء
۲۔ اقبال اور بچے: مطبوعہ پیکجز لمیٹڈ، لاہور۔ طبع اوّل ۱۹۸۰ء
۳۔ تیرِ ونشتر: (اقبال کے اردو اشعار کا انتخاب): مطبوعہ پیکجز لمیٹڈ لاہور۔ طبع اوّل (س۔ن)
۴۔ تیرِ ونشتر: (اقبال کے فارسی اشعار کا انتخاب): مطبوعہ پیکجز لمیٹڈ لاہور۔ طبع اوّل (س۔ن)

۵۔ حرف و صوت (انتخاب کلام اقبال) حصہ فارسی: صوفی تبسم؛
حصہ اردو: احمد ندیم قاسمی: شائع کردہ: نیشنل کمیٹی برائے
تقریبات صد سالہ جشن ولادت اقبال۔ لاہور، طبع اول ۱۹۷۷ء
۶۔ برا پردۂ افلاک (جاوید نامہ کا منظوم ترجمہ): مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ
لاہور، طبع اول ۱۹۷۷ء
۷۔ شرح صد شعر اقبال (جلد اول) اردو: مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ
لاہور۔ طبع اول نومبر ۱۹۷۷ء
۸۔ علامہ اقبال از آقای مجتبیٰ مینوی: مترجم صوفی تبسم:
مطبوعہ بزم اقبال لاہور۔ طبع اول (س۔ن)
۹۔ نقش اقبال (فارسی کلام کا پنجابی ترجمہ): مطبوعہ اقبال اکادمی
پاکستان، لاہور۔ طبع اول ۱۹۷۷ء

علاوہ ازیں انہوں نے علامہ اقبال کے فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر جو کئی ایک مضامین و مقالات تحریر کیے وہ بھی "علامہ اقبال (صوفی تبسم کی نظر میں)" کی صورت میں ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے مرتب کر دیے ہیں۔

خط و کتابت

صوفی تبسم کی زندگی کا بڑا حصہ لاہور میں گزرا۔ اور وہ اکثر اقبال کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے اس لیے ان کے ساتھ اقبال کی خط و کتابت زیادہ نہیں رہی۔ ان کے نام اقبال کے صرف دو خط ملتے ہیں جو اس زمانے میں لکھے گئے تھے جب صوفی تبسم تکمیل تعلیم کے بعد لاہور سے امرتسر چلے گئے تھے۔ اس زمانے میں وہ امرتسر کے عالم دین اور مفسر قرآن خواجہ احمدالدین کے بہت قریب تھے۔ علامہ اقبال خواجہ احمدالدین سے علمی امور میں تبادلۂ خیال کے خواہشمند تھے اور چاہتے تھے کہ صوفی تبسم کسی دن انہیں اپنے ہمراہ لے کر آئیں۔ علامہ کے یہ دونوں خط اسی پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔

ماخذ

مکتوب (۱) پہلی مرتبہ گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلہ "راوی" اقبال نمبر، مئی و جون ۱۹۳۸ء

جلد ۳۳، شمارہ ۷، ۸۔ میں شائع ہوا جس کے شروع میں پروفیسر تبسم نے ایک صفحے پر مشتمل تعارفی نوٹ بھی لکھا جس میں خواجہ احمد الدین کے تعارف کے ساتھ ان کی اقبال کے ساتھ ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ مکتوب معاصر اوّل ــــ ص ۴۶۔ ۵۱ میں شامل کیا گیا۔

مکتوب (۲) پہلی مرتبہ انوار (ص ۱۹۹۔ ۲۰۰) میں چھپا۔ پھر اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۰ء میں شائع شدہ مولانا محمد حسین عرشی کے مضمون "حیاتِ اقبال کا ایک گوشۂ پنہاں" میں شامل ہوا۔ اس کے بعد اسے خطوط (ص ۱۷۴۔ ۱۷۵) میں درج کیا گیا۔ "حیاتِ اقبال کا ایک گوشۂ پنہاں" کو بعد میں "منتخب مقالات" میں شامل کیا گیا تو یہ خط بھی اس کے ساتھ شائع ہوا۔ (ص ۲۹۸)

مکتوب (۱) کا نامکمل اور مکتوب (۲) کا مکمل عکس "اقبال (صوفی تبسم کی نظر میں)" میں دیا گیا ہے لیکن کسی مقام پر بھی ان خطوں کا متن عکس کے مطابق نہیں ہے۔ اس مضمون میں آپ پہلی مرتبہ دونوں خطوں کے مکمل عکس اور ان کا صحیح متن ضروری حواشی و تعلیقات کے ساتھ ملاحظہ کریں گے:

امرتسر جیرا دروازہ لاہوری

جناب مولوی غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم اے ملاحظہ فرمائیں

Amritsar [illegible]

پرائیویٹ

[illegible] ۲۰ اکتوبر ۳۰ء

جناب من — السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا۔ لطف ہے جس کے لئے سراپا سپاس ہوں

میرے نزدیک اس معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے البتہ زرتشتی ادبیات میں جو بات کا
کوشش کی گئی ہے تا کہ اس معلومات میں اضافہ ہو۔ یہ بات زیادہ تر زوال ایران
کے بعد سے شروع ہوئی ہے — کہا جاتا ہے کہ ایک شخص ایک کتاب
مرتب ... جس کے بعد ... اسلامی دور ... جیسا کہ آپ نے ابتدا
میں لکھا تھا اس پر تحقیقات کی جائے تو ضروری ہے — موجودہ حالت میں
... ایک طرف ... تصنیف کیا جائے ... شخص
ضروری ہے ... ہے
کہ ... — اب ... انشاء اللہ ایک کتاب ... شغل
... ہو گا

[illegible]

ایک ... ہے کہ ... زوال ... تصور کیا جائے
جو میرے نزدیک غلط ہے

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے جو اس تحریک کی زیادہ تر فوری مقبولیت کا موجب معلوم ہوتی ہے
اور وہ نقطۂ نظر ہے جو ایک حد تک بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ ہم اس کی نقطۂ نظر
سے حقائق کو اصطلاحی طور پر ادا کرتے رہے اور یہ نظر بار بار اس کی تحریر پر ہے جو اردو میں گفتگو
کرتے ہوئے ہم اسے مانتے ہیں کہ انہوں نے زبان پر اصطلاحی اطلاق کیا تھا
مذکورہ بالا صداقت کو نظر انداز کر کے یہی وجہ ہے جو علمائے متقدمین کو
صرف ساتھ ساتھ بیان کرنے سے کہ ... ہوگا ... بالکل ان سے ناکامی
پوشیدہ نہیں ہے۔ اس ... مستقل ... اساد سے
ان ... اسناد ... ہے۔ جیسا
کہ ... نظر انداز ہوتا۔

مجموعی ... کس حد تک پہلے ... کیا گیا ہے ... بعد
شریعت محمدیہ ... ایک ... عبادات ...
و ... قرآن سے استدلال کیا ہے ... محققین تمام
... ہے ... تمام ...
مقبول ہوئے ... ہے ... اس
... پڑھ رہا ہے ... علماء اور دیگر علمائے عصر
... سے ... ہو گئے۔ ... اس ... کا

مسائل زیر بحث ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب نہایت لطیف رنگ کی ہے جس میں زیادہ تر
زمانۂ حال کے اصول فقہ کو مد نظر رکھ کر فقہ اسلامی پر بحث کی گئی ہے۔ بزرگوں نے
جس جس جگہ احادیث رسول اور اقوال بزرگان کو اہم نہیں مانا ہے اس کی تاریخ
مناسب مقدور پیش ہیں اور فرمایا کہ شکایت ہے کہ قرآن اور امام اور سورہ کے بزرگ
ہستیوں یا شخصیات ہے — خوشی کی بات ہے کہ حروف با اشارہ ذی تعالیٰ کو کمال ہے اور
مسلمانوں کے مقام پر نظر رکھی ہے اس طرف توجہ کرائی جائے
ہم اور ہم لوگ ایک نگاہ رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم سب
ہر ایک قرآن کا مطالعہ کرے اور خود اس کو سمجھے بیان بلاغ اور اثر ہو
اور ہم اور ہم ایک مستقل بنیاد قرآن ہے ہر ایک پر بحث کرنا ہے
بلکہ قرآن ایک ادراک ہے جس میں کہ حقیقی مقصد انسانی بنیادوں کو سمجھنا ہے اسلامی
دنیا کے تمام افراد کی مقاصد اور مقصد ہیں اور علماء اور عوام کی طرف
اس لیے ہے جو قرآن کی عبادات یا معاملات کو متعلق ہو یا مفروض
مزید اور ... دیگر تمام ایک وقت میں ہیں اور ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں
تنقید کی جائے اور دیکھا جائے کہ یہ بالکل ناقص اور انسانی عمل کی طرح
انسانی سمجھ کے مطابق ہے ... — میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت
قرآن کا مطالعہ ہے زمانہ حال جدید ... پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالیں

احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور
بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی ہوگا ۔ قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان
یا آزادی حاصل کر رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں
(سوائے ایران و افغانستان کے) مگر ان ممالک میں بھی محض نوجوان و فرد اسلام پیدا
ہو رہا ہے اور [illegible] زمانہ حال کا ہے بلکہ تقلید بالعموم زیادہ عام
ہے [illegible] اجتہاد کی ضرورت ہے ۔ ایران اور ترکی میں
[illegible] تعلقات پر بحث ہے بحالیکہ چند سال ہوئے احکام قرآن
کا سرچشمہ ہے حقیقت میں ایک عام شخص آپ کا [illegible] سے اجتہاد کے تمام
دروازے بند ہیں [illegible] تحقیق ہے تاکہ [illegible] حضرت امام
ابو حنیفہ کا لقب نا ممکن ہے ۔ غرض کہ یہ وقت عمل کا ہے کیونکہ میری رائے
میں [illegible] اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید
تاریخ اسلام میں اب وقت آ گیا ہے کہ [illegible] آیا ۔

مخلص محمد اقبال

پرائیوٹ

لاہور - ۲ ستمبر ۲۵ء

جنابِ من ، السلام علیکم !

آپ کا نوازش نامہ آج صبح مجھے ملا جس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

میری مذہبی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے البتہ فرصت کے اوقات میں میں اس بات کی کوشش کیا کرتا ہوں کہ اس معلومات میں اضافہ ہو ، یہ بات زیادہ تر ذاتی اطمینان کے لیے ہے نہ تعلیم و تعلم کی غرض سے ، کچھ مدت ہوئی میں نے اجتہاد پہ ایک مضمون لکھا تھا مگر ــــــ دورانِ تحریر میں اس کا احساس ہوا کہ یہ مضمون اس قدر آسان نہیں جیسا میں نے اسے ابتدا میں تصور کیا تھا ۔ اس پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے ۔ موجودہ صورت میں وہ مضمون اس قابل نہیں کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں کیونکہ بہت سی باتیں جن کو مفصل لکھنے کی ضرورت ہے اس مضمون میں نہایت مختصر طور پر محض اشارتاً بیان کی گئی ہیں ، یہی وجہ ہے کہ میں نے اسے آج تک شائع نہیں کیا ۔ اب میں اسے انشاء اللہ ایک کتاب کی صورت میں منتقل کرنے کی کوشش کروں گا جس کا عنوان یہ ہو گا :

Islam as I Understand It

اس عنوان سے مقصود یہ ہے کہ کتاب کا مضمون میری ذاتی رائے تصور کیا جائے جو ممکن ہے غلط ہو ۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے میری عمر زیادہ تر مغربی فلسفے کے مطالعہ میں گزری ہے اور یہ نقطۂ نگاہ ایک حد تک طبیعتِ ثانیہ بن گیا ہے دانستہ یا نادانستہ میں اسی نقطۂ نگاہ سے حقائقِ اسلام کا مطالعہ کرتا ہوں اور مجھ کو بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے کہ اردو میں گفتگو کرتے ہوئے میں اپنے مافی الضمیر کو اس زبان میں اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا ۔

مذکورہ بالا حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب

موصوف[11] کو میرے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں مجھ کو ان سے فائدہ پہنچنا غالباً یقینی[12] ہے۔ اس واسطے وہ اگر مجھ کو مستفیض کرنے کے ارادے سے امرتسر سے لاہور آنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو ان کی بہت مہربانی ہے جس کے لیے میں ان کا بہت متشکر گزار رہوں۔

مجھ کو ان کے خیالات سے کسی حد تک پہلے بھی آگاہی[13] ہے۔ کیا اچھا ہو کہ وہ بضرورت مجوزیہ پر ایک مبسوط کتاب مرتب فرمائیں جس میں عبادات و معاملات کے متعلق صرف قرآن سے استدلال کیا گیا ہو[14]۔ معاملات کے متعلق خاص طور پر اس قسم کی کتاب کی آج کل شدید ضرورت ہے۔ ہندوستان میں تو شاید اس کے مقبول ہونے کے لیے ایک مدت درکار ہے۔ ہاں دوسرے اسلامی ممالک میں اس کی ضرورت کا احساس ہر روز بڑھ رہا ہے۔ شیخ علی رزاق[15] اور دیگر علمائے مصر کے مباحث سے مولوی صاحب آگاہ ہوں گے۔ غالباً[16] ترکی میں بھی یہی مسائل زیر غور ہیں۔ اس پر ایک آدھ کتاب بھی تصنیف ہو چکی ہے جس میں زیادہ تر زمانۂ حال کے مغربی اصولِ فقہ کو ملحوظ رکھ کر فقہ اسلامی پر بحث کی گئی ہے۔ ترکوں نے جو "چرچ" اور "سٹیٹ" میں امتیاز کر کے ان کو الگ الگ کر دیا ہے[17] اس کے نتائج نہایت دور رس ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ افتراق اقوامِ اسلامیہ کے لیے برکت ہوگا یا شقاوت[18]۔ غرضیکہ مولوی صاحب موصوف یا ان کے رفقا کو بھی جو علومِ الٰہی اور مسلمانوں کے دیگر مذہبی لٹریچر پر عبور رکھتے ہیں، اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ میں اور مجھ ایسے اور لوگ صرف ایک آنکھ رکھتے ہیں[19]۔ بہت مدت سے ہم یہ سن رہے ہیں کہ قرآن کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے۔ رسالہ "بلاغ" امرتسر[20] کے ہر نمبر میں اور مولوی حشمت علی صاحب[21] کے رسالہ اشاعت قرآن[22] کے ہر نمبر میں اس پر بحث ہوتی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سعادتِ انسانی[23] کے لیے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں اور فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے۔ نیز جو جو قواعد عبادات یا معاملات کے متعلق (بالخصوص موخر الذکر کے متعلق) دیگر اقوام میں اس وقت مروج ہیں، ان پر قرآنی نقطۂ نگاہ سے تنقید کی جائے اور دکھایا جائے کہ وہ بالکل ناقص ہیں اور ان پر عمل کرنے سے نوعِ انسان کبھی سعادت[24] سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے جورس پروڈنس حالیہ پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کر سکے گا، وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوعِ انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ قریباً تمام اسلامی ممالک اس وقت یا تو اپنی آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں یا قوانینِ اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران و افغانستان کے) مگر ان ممالک میں بھی امروز و فردا یہ سوال پیدا ہونے والا ہے مگر افسوس ہے کہ زمانۂ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانے کے میلانِ طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ ایران میں مجتہدینِ شیعہ کی تنگ نظری اور قدامت پرستی نے بہاء اللہ کو پیدا کیا جو سرے سے احکامِ قرآنی کا ہی منکر ہے۔ ہندوستان میں علمائے حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میں نے ایک بہت بڑے عالم کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا نظیر ناممکن ہے۔ غرضیکہ یہ وقت عمل کا کام (کا) ہے کیونکہ میری ناقص رائے میں مذہب اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخِ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

مخلص:

محمد اقبال

لفافے پر پتہ:

امرتسر چوک دروازہ لاہوری

جناب صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ایم۔اے ملاحظہ کریں

Amritsar city

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

مکتوب (۱)

حواشی و تعلیقات:

۱۔ عطاء اوّل : Private یہ لفظ حذف کر دیا گیا۔

۲۔ عطاء اوّل : محذوف

۳۔ عطاء اوّل : ان ، "اس" سہوِ قلم ہے

۴۔ علامہ اقبال کو اسلام کے تصورِ اجتہاد سے گہری دلچسپی تھی۔ انہوں نے ۱۹۲۴ء میں اس موضوع پر ایک مضمون لکھ کر مولانا عبد الماجد دریا بادی (وفات، ۱۹۷۷ء) کو اس غرض سے ارسال کیا تھا کہ وہ اس پر اپنی رائے دیں۔ ان کی رائے مخالفانہ تھی اس لیے اقبال نے وہ مضمون شائع نہیں کرایا (عطاء اوّل ، ص ۱۴۳، ۲۳۸)۔ علاوہ ازیں انہیں موضوع کی وسعت اور نزاکت کا احساس بھی تھا اور اس بات کا بھی کہ ان کے پاس کافی معلومات نہیں ہیں۔ اب انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس موضوع پر Islam as I Understand it کے زیرِ عنوان ایک کتاب لکھیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ البتہ اجتہاد پر ان کے خیالات ان کے خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ (تشکیلِ جدید : ۲۲۴-۲۷۷)۔ علاوہ ازیں یہ واضح نہیں ہو سکا کہ وہ اسلام کے تعارف پر کتاب لکھنا چاہتے تھے یا قرآن کا مقدمہ یا فقہ اسلامی کی تشکیلِ جدید پر کام کرنا چاہتے تھے (رفیع الدین ہاشمی ،اقبال کی موعودہ تصانیف (مقالہ) اقبال نمبر ۲ : شمارہ ۱۲۳۔ ص ۱۵۴-۱۵۶)۔ ان کی ایک انگریزی تحریر اشارات کی صورت میں کئی سال پیشتر منظرِ عام پر آئی تھی جو پہلے بی اے ڈار نے ترتیب دی تھی اور پھر میں نے حواشی کے ساتھ مرتب کر کے شائع کرائی تھی (اسلامی تعلیم ، اقبال نمبر ۴، ۱۹۷۰ء۔ نیز علم کی

دستک: جنوری - مارچ ۱۹۸۴ء - اپریل - جون ۱۹۸۴ء

۵۔ عطاء اوّل: جیسے

۶۔ عطاء اوّل: انشاء اللہ کے بعد درج کیا گیا ہے جو درست نہیں ہے۔

۷۔ یعنی "اسلام میرے نقطۂ نظر سے"

۸۔ عطاء اوّل: .... ایک اور بات (یہ) بھی ہے۔

۹۔ عطاء اوّل: نقطۂ خیال

۱۰۔ غالباً بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے فلسفہ کا مطالعہ انگریزی کتابوں سے اور انگریزی اصطلاحات کے ذریعے کیا تھا اس لیے قدرتی طور پر وہ فلسفیانہ مباحث میں انگریزی زبان استعمال کرتے تھے۔

۱۱ مولوی خواجہ احمد الدین ۱۸۶۱ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں محمد تھا جو خوجہ برادری میں ایک ممتاز نام رکھتے تھے۔ مشن ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ اور معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ سکول نارووال میں مدرس مقرر ہوئے پھر ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ڈیرہ بابا نانک صاحب میں چلے گئے۔ اس کے بعد اسلامیہ ہائی سکول امرتسر میں آگئے اور چند سال بعد ڈسٹرکٹ بورڈ سکول ترنتارن میں مدرس مقرر ہوگئے۔ کچھ عرصہ میونسپل گرلز ہائی سکول میں ادیب اور ادیب عالم کی جماعتوں کو پڑھاتے رہے۔ آخری عمر میں اسلامیہ ہائی سکول امرتسر میں واپس آگئے اور وہاں کئی سال کی تدریس کے بعد مدتِ ملازمت کی تکمیل پر سبکدوش ہوگئے۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ عیسائیوں اور سکھوں کی مذہبی کتابوں سے گہری واقفیت تھی۔ پہلے اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے پھر کفایتِ قرآن مجید کے قائل ہوگئے۔ ان کا نظریہ تھا کہ قرآن کامل کتاب ہے۔ حدیث حجتِ شرعی نہیں ہوسکتی البتہ اس میں جو باتیں اخلاق و اہدی کی ہیں ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انہوں نے اپنی جماعت کا نام امت مسلمہ رکھا اور "بلاغ" امرتسر اور "البیان" امرتسر ان کے خیالات کی ترجمانی کرتے تھے۔ مولوی صاحب ۲۔ جون ۱۹۳۶ء کو فوت ہوئے۔

ان کی تصانیف میں تفسیر بیان للناس سرفہرست ہے جو ۶ چھ جلدوں میں ہے

علاوہ ازیں رسالہ خیر کثیر در اثبات وجود رب قدیر، برہان القرآن، قرآن مجید اور رسولِ حمید، مباحثہ گوشت خوری، معجزۂ قرآن، ریحان القرآن بھی ان کی مطبوعہ کتابیں ہیں۔ مولانا محمد حسین عرشی مرحوم نے ان کے دلائل اور نظریات کو "تسہیل برہان القرآن" کی صورت میں مرتب کر دیا ہے جو جنوری ۱۹۸۲ء میں کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے علامہ اقبال اور مولوی احمد دین کے باہمی روابط کی تفصیل بھی اپنے مضمون "حیاتِ اقبال کا ایک گوشۂ پنہاں" میں درج کی ہے (منتخب مقالات: ص ۳۹۵ تا ۴۰۹): خواجہ احمد الدین کی وفات پر علامہ اقبال نے مولانا عرشی کے نام خط میں لکھا:

"اس زمانے میں ان کا دم غنیمت تھا، ایسے عالم باعمل روز بروز پیدا نہیں ہوتے"۔ (عطاء اول: ص ۳۰)

۱۲۔ ..... غالباً یقینی ہے" میں یا تو لفظ "غالباً" زائد ہے یا "یقینی" کیونکہ دونوں متضاد ہیں۔

۱۳۔ خواجہ احمد الدین کے خیالات سے علامہ اقبال کی آگاہی کا سبب رسالہ "بلاغ" امرتسر تھا جو ان کے زیرِ مطالعہ رہتا تھا اور جس میں خواجہ احمد الدین کے خیالات تفسیر اور مضامین کی صورت میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ (مزید تفصیل حاشیہ ۱۲ میں ملاحظہ کریں)

۱۴۔ علامہ اقبال کے اس مکتوب سے اور اس زمانے کے دیگر متعدد خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال زندگی کے ان معاملات کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر معلوم کرنا چاہتے تھے جو زمان و مکان کی تبدیلیوں سے تغیّر و تبدّل سے دوچار ہوتے ہیں۔ گویا وہ اصولِ فقہ کے اطلاق کے متعلق رہنمائی چاہتے تھے تاکہ خود اس موضوع پر قلم اٹھا سکیں۔

۱۵۔ پروفیسر شیخ علی عبدالرزاق مراد ہیں۔ ان سے علامہ اقبال نے ۲۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کو قاہرہ میں ملاقات کی تھی۔ (دیکھیے سفرنامہ اقبال۔ ص: ۱۴۲)

شیخ علی عبدالرزاق ۱۸۸۸ء میں مصر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حسن عبدالرزاق اُمہ پارٹی سے تعلق رکھتے تھے اور مجلس قانون ساز کے رکن تھے۔ شیخ علی نے جامعہ ازہر میں مفتی محمد عبدہٗ (وفات ۱۹۰۵ء) سے کسبِ فیض کیا اور ۱۹۱۱ء میں ۲۳ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کر کے وہیں علم بیان پہ لیکچر دینے لگے۔ اسی دوران میں انہوں نے

"امالی عبدالرزاق فی علم البیان وتاریخہ" تصنیف کی۔ کچھ عرصہ بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آکسفورڈ چلے گئے لیکن پہلی جنگ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے واپس آ گئے۔ ۱۹۱۵ء میں محاکم شرعیہ (شرعی عدالتوں) کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں اسکندریہ میں عربی ادب پر لیکچر بھی دیتے رہے۔ فلسفہ و تاریخ قانون سے بھی انہیں گہری دلچسپی تھی جس کا ثبوت انہوں نے اپنی کتاب "الاسلام واصول الحکم" میں دیا جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔

"الاسلام واصول الحکم" کا موضوع ایک انتہائی نازک اور اہم مسئلہ یعنی "خلافت" ہے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۲۴ء کو مصطفیٰ کمال نے ترکی میں خلافتِ عثمانی ختم کر کے جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کے اس اقدام کا عالم اسلام میں شدید ردِ عمل ہوا اور خلافت کے احیاء کا مطالبہ ہونے لگا لیکن کوئی اہل حکمران موجود نہ ہونے کی بنا پر یہ خلا پُر نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود بعض حکمران اس منصب پر فائز ہونے کے خواہاں تھے جن میں مصر کا حکمران فواد اوّل بھی شامل تھا۔ اس نے اس مقصد کے تحت علما کی ایک کانفرنس بھی منعقد کی تھی۔ شیخ علی نے فواد کی یہ خواہش بھانپ لی۔ انہوں نے اپنی کتاب کے ذریعے درپردہ اس کے دعویٰ خلافت کی تردید کی کوشش کی۔ یہ الگ بات ہے کہ شیخ کے نظریات شدید تنقید کا ہدف بنے۔

ان کی یہ حرکت حکومتِ مصر کو بھی سخت ناگوار گزری۔ اس نے علما کو مقرر کیا کہ وہ شیخ علی کے خیالات کا جائزہ لیں اور ان کے دینی مضمرات کی نشاندہی کریں۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ احیائے خلافت کی مخالفت کر کے شیخ علی نے شعائرِ اسلام کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں انہیں ازہر کے اساتذہ کی فہرست سے خارج کر کے عہدۂ قضا سے معزول کر دیا گیا۔

شیخ علی عبدالرزاق کی کتاب کے جواب میں مصر کے مفتی اعظم شیخ محمد بخیت نے ۱۹۲۶ء میں ایک کتاب "حقیقۃ الاسلام واصول الحکم" لکھی جس میں خلافت کی دینی اہمیت کا اثبات کیا گیا اور اس کی مخالفت کو اسلام کی مخالفت کہا گیا۔ علاوہ ازیں شیخ رشید رضا مصری (وفات ۱۳۵۴ھ) نے بھی شیخ علی کے تصورات پر تنقید کی۔

مصنف کا استدلال یہ ہے کہ خلافت کی کوئی دینی بنیاد نہیں ہے۔ اس کے اسلامی ادارہ ہونے کا نظریہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصبِ رسالت کی

کی غلط تاویل پر مبنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاکمیت دینی تھی نہ کہ دنیاوی اور سیاسی۔

حقیقت یہ ہے کہ مصنف کا استدلال قرآن و سنت کے بجائے اپنے نقطۂ نظر کو بہر حال ثابت کرنے کی خواہش پر مبنی ہے اور وہ بڑی حد تک مغربی تصورِ قومیت و وطنیت سے مرعوبیت کا نتیجہ دکھائی دیتا ہے۔

کتاب کا انگریزی ترجمہ مشہور مستشرق چارلس ایڈمز C. Adams نے کیا اور اردو ترجمہ راجہ ف۔ م ماجد نے ۱۹۵۲ء میں "اسلام اور اصولِ حکومت" کے نام سے کیا جو "المجدید" لاہور سے شائع ہوا۔

۱۶۔ عطار اوّل: علیٰ ہذا القیاس؛ علامہ اقبال "علیٰ ہذالقیاس" لکھتے ہیں جبکہ عربی املا کی رُو سے "ھذا" اور "القیاس" کا مجموعہ ھذالقیاس ہونا چاہیے۔

۱۷۔ علامہ اقبال کی نظر میں چرچ اور سٹیٹ کی علیحدگی یا دین و سیاست کی جدائی کے تصور کی بنیاد مادہ اور روح کو متبائن سمجھنا ہے۔ مسیحی دنیا میں ایک مدت تک کلیسا اور ریاست میں حصولِ اقتدار کی کش مکش جاری ہوئی۔ آخر کار مذہب و ریاست الگ الگ ہو گئے۔ سیکولرازم بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ بالشوزم بھی اسی نظریہ کی پیداوار ہے۔ اسلام میں روح اور مادہ یا دین و دنیا اور بنتیجۃً دین و سیاست کی جدائی کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اقبال نے خطبات (تشکیلِ جدید: ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۲۶۴، ۲۴۱-۲۴۱)، خطبہ الٰہ آباد (حرفِ اقبال: ص ۲۱-۲۳) اور اپنی منظومات خصوصاً دین و سیاست، لادین سیاست (کلیاتِ اقبال اردو، ص: ۶۱۰، ۶۱۴، ۶۱۵) اس موضوع پر اپنے خیالات کی وضاحت کی ہے۔ (مزید دیکھیے راقم کا مقالہ اقبال اور لادینی تصورِ ریاست، مشمولہ تصورِ ریاست اسلامی، ص ۳۷۸-۳۹۷)

۱۸۔ "برکت" اور "شقاوت" سے پہلے لفظ "باعث" ہونا چاہیے تھا تاہم اس کے بغیر بھی مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ یعنی علامہ اقبال صرف علومِ مغربی سے بہرہ ور ہیں، علومِ دین میں مہارت نہیں رکھتے۔

۲۰۔ ماہنامہ "بلاغ" امرتسر، امتِ مسلمہ کا ترجمان، ۱۹۲۴ء میں جاری ہوا۔ مقاصد

یہ تھے :

۱۔ صرف قرآن مبین کو جمیع ضروریاتِ وحی کے لیے مکتفی ثابت کرنا

۲۔ قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت

۳۔ حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ذریعے سے صراطِ مستقیم کی دعوت

۴۔ اصل اسلام پر اعتراضات کے جوابات اور غلط فہمیوں کا ازالہ

علامہ اقبال اس رسالہ کے باقاعدہ خریدار تھے اور باقاعدگی سے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔

۲۱۔ مولوی حشمت علی ماہنامہ "اشاعت القرآن" کے مدیر اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے پیرو کار تھے۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی حدیثِ رسولؐ کے منکر اور صرف قرآن کو حجت مانتے تھے۔ وہ اپنی جماعت کو "اہلِ قرآن" کہتے تھے۔ رسالہ "اشاعت القرآن" ان کے نظریات کا ترجمان تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال یہ رسالہ بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔

۲۲۔ عطاءِ اوّل : اشاعت القرآن

۲۳۔ عطاءِ اوّل : سیادت

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ Jurisprudence یعنی اصولِ قانون

۲۶۔ عطاءِ اوّل : کرے

۲۷۔ عطاءِ اوّل : نقل نہیں کیا گیا

۲۸۔ "ایران و افغانستان کے سوا" ہونا چاہیے تھا

۲۹۔ سید علی محمد باب (وفات ۹ جولائی ۱۸۵۰ء) کی برپا کردہ تحریک جو پہلے "بابی مذہب" اور پھر بہاء اللہ مرزا حسین علی (وفات ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء) کی بدولت "بہائی مذہب" کہلائی۔ بہائیت اسلام کا فرقہ نہیں بلکہ ایک نیا مذہب ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات منسوخ ہو چکی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "بہاء اللہ و عصر جدید" اردو دائرہ : ج ۴ ص : ۸۴ - ۹۰ ، اسلامی مذاہب : ص ۳۶۲ - ۳۰۵)

۳۰۔ ساتویں صدی ہجری میں سلطنتِ بغداد کے زوال کے زیرِ اثر سُنی علما نے متفقہ

اجتہاد کا دروازہ بند کر دینے کا فیصلہ کر دیا اور مذاہب اربعہ کی تقلید کو کافی سمجھ لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلامی قانون کا فطری ارتقا رک گیا۔ تاہم بعض ممتاز علما اس روشِ عام پر کاربند نہ رہے۔ مثلاً امام تقی الدین ابن تیمیہ (وفات ۷۲۸ھ) اور امام ابن قیم جوزی (وفات ۷۵۱ھ) اور دیگر ماہرینِ فقہ اجتہاد کو علمائے امت کا بنیادی فریضہ تصور کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وفات ۱۷۶۲ء) کی رائے تو یہ ہے کہ یہ خیال کرنا کہ ان ادوار میں مجتہد کا وجود عنقا ہے، بنائے فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ یہ اسلامی معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت ہے اور علمِ فقہ کے ماہر کا بنیادی فرض ہے (چراغ راہ۔ اسلامی قانون نمبر۲: ص ۳۸۔ ۳۹۔ ۱۲۲) خود اقبال بھی عہدِ زوال میں "تقلید" کو اولیٰ قرار دیتے ہیں (کلیاتِ اقبال فارسی ص ۱۲۴۔ ۱۲۶)۔ اسی طرح "تہذیبِ مغرب سے مرعوب فضلا" کی صلاحیتِ اجتہاد کو مشتبہ قرار دیتے ہیں۔ (کلیاتِ اقبال اردو، ص ۴۸۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴)۔ تاہم اسلامی اصولوں اور ملّی روایات سے ہم آہنگ رہتے ہوئے اجتہاد کو ملت کی حیات کے تسلسل کا ذریعہ خیال کرتے ہیں (تشکیلِ جدید۔ ص ۲۲۸)۔

۲۱۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ کوفی (وفات ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) عظیم فقیہ، فقہِ حنفی کے بانی۔ انہوں نے اپنے چالیس ممتاز شاگردوں پر مشتمل ایک مجلس قائم کی جس نے تیس برس کام کر کے تدوینِ فقہ کا کام انجام دیا۔ ان کی فقہ عالمِ اسلام کے بہت بڑے حصے کا دستورِ عمل رہی۔ علامہ اقبال انہیں اسلامی قانون کا بے مثال ماہر قرار دیتے ہیں۔ (مقالات۔ ص ۱۹۱) اور کہتے ہیں کہ وہ اسلام کی عالمگیر نوعیت کو بخوبی سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے احادیث سے اعتنا نہیں کیا اور اصولِ استحسان یعنی "فقہی ترجیح" کا اصول قائم کیا جس کا تقاضا یہ ہے کہ قانونی غور و فکر میں ہم ان احوال و ظروف کا بھی محتاط طریقے سے مطالعہ کریں جو واقعتاً موجود ہیں۔ (تشکیلِ جدید۔ ص ۲۶۶) علامہ اقبال کا یہ کہنا کہ امام موصوف نے احادیث سے اعتنا نہیں کیا، درست نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں بھی رہی ہے۔ معترض کہتے ہیں کہ ان سے صرف ۱۷ حدیثیں مروی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ روایتِ حدیث میں بہت محتاط تھے حالانکہ امام صاحبؒ کی مرویات "کتاب الآثار" کی صورت میں دیکھی جا سکتی

ہیں جو امام محمد بن حسن شیبانی (وفات ۱۸۹ھ) سے منسوب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ "کتاب الآثار" ان کی تالیف نہیں بلکہ یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو امام محمد نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہیں۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۲)

تدوینِ فقہ میں ان کا یہ قاعدہ تھا کہ پہلے کتاب اللہ سے رہنمائی لیتے۔ اس کے بعد سنتِ رسولؐ سے، پھر خلفائے اربعہؓ کے فیصلوں پر نظر ڈالتے، پھر باقی صحابہؓ کے فیصلوں کو دیکھتے اور اگر صحابہؓ کے فیصلوں میں کوئی اختلاف دیکھتے تو اجتہاد کرتے تھے۔ (چراغِ راہ۔ اسلامی قانون نمبر ۲، ص ۹۱۔۹۲)

۳۲۔ اصل خط میں ندارد۔ عطاء اوّل میں درج ہے لیکن اضافہ ظاہر نہیں کیا گیا۔

۳۳۔ عطاء اوّل: محمد (خ کی علامت کے بغیر)

امرتسر شہر چوک دروازہ لاہوری

جناب منوّر غلام مصطفیٰ صاحب تبسم ایم اے ملاحظہ فرمائیں

Amritsar

لاہور ۶ دسمبر ۳۵ء

جناب من — السلام علیکم

میں کل شام ملاقات کا منتظر رہا لیکن چونکہ آپ تشریف نہ لائے
اس لیے [illegible] طبیعت [illegible]
[illegible]
[illegible] ہے — [illegible]
[illegible] تشریف لائے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

متعلق میرے [illegible] سے [illegible] ۔ بہرحال [illegible] مجھ کو [illegible]

ہے یہ تو نہ ہوا کہ [illegible] سے [illegible] میں تامل ہے

آپ کو گذشتہ جلسہ کی [illegible] تحریر میں [illegible]

پہلی [illegible] خیالات [illegible] سے اور ان سے [illegible]

مخلص محمد اقبال

[illegible] سلام [illegible]

لاہور ۶ ستمبر ۲۵ء

جناب من ! السلام علیکم !

میں کل شام مولوی صاحب کا منتظر رہا لیکن چونکہ وہ تشریف نہ لائے، اس واسطے مجھے اندیشہ ہے کہ میرے خط سے کوئی غلط فہمی نہ ہوئی ہو۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں وقت کی تعیین اس واسطے نہ کی تھی کہ اس بارے میں مولوی صاحب موصوف کی آسائش کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان کی یہ عنایت کم نہیں کہ وہ محض میرے فائدے کے لیے لاہور تشریف لانے کی زحمت گوارا فرماتے ہیں۔ یہ بات قرینِ انصاف نہیں کہ ان حالات میں اپنی سہولت اور اوقات کو ملحوظ رکھوں۔ مجھ کو یہ بات اس خط میں واضح کر دینی چاہیے تھی کہ وہ جب چاہیں تشریف لائیں، مجھ کو صرف ایک روز پہلے مطلع کر دیں تاکہ میں ان کی تشریف آوری کے وقت مکان پر ہی ہوں کہیں اِدھر اُدھر نہ چلا جاؤں۔ باقی موضوعِ گفتگو کے متعلق اگر مشروعیتِ اجتہاد نہیں تو اور بہت سے امور ہیں جن کے متعلق میں ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے میری تحریر سے یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ مجھے ان سے فائدہ اٹھانے میں تامل ہے۔

آپ کو گذشتہ خط لکھنے کے بعد میں نے چند باتیں نوٹ بھی کر رکھی تھیں جن پر میں مولوی صاحب کے خیالات سننے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا آرزو مند ہوں۔

والسلام

مخلص محمد اقبال

مولوی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام عرض کر دیجیے گا۔

لفافے پر پتہ :

امرتسر شہر، چوک دروازہ لاہوری

جناب صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم۔ اے ملاحظہ فرمائیں۔

Amritsar city

All rights reserved ©2002-2006

مکتوب (۶)
حواشی و تعلیقات!

۱۔ مولوی خواجہ احمد الدین مراد ہیں۔
علامہ اقبال بعض علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے مولوی احمد الدین سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اصرار پر صوفی غلام مصطفےٰ تبسم موصوف کو لاہور لے آئے اور ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ امرتسری کی قیام گاہ واقع گڑھی شاہو میں ٹھرایا۔ علامہ اقبال کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ ان کے مہمان کو کسی دوسری جگہ ٹھرایا گیا ہے۔ بہرحال یہ ملاقات چار گھنٹے جاری رہی اور رات ایک بجے ختم ہوئی۔ اس میں قرآن حکیم کے مختلف مقامات پر گفتگو ہوتی رہی۔ مابعد الطبیعیات اور الٰہیات کے مسائل بھی زیرِ بحث آئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مجلہ راوی۔ اقبال نمبر۔ مئی جون ۱۹۳۸ء۔ بلاغ امرتسر۔ اگست ۱۹۳۸ء)

۲۔ انوار: وقت کا تعین

۳۔ انوار: کیا (؟)

۴۔ انوار: سہواً نقل نہیں ہوا لہٰذا "سہولت اور اوقات" کی بجائے "سہولتِ اوقات" درج کیا گیا ہے۔

۵۔ انوار: رہوں۔ عکس کی رُو سے یہ "رہوں" ہی ہونا چاہیے

۶۔ انوار: بسر دست

حواشی

۱۔ نثار احمد قریشی، ڈاکٹر، اقبال (صوفی تبسم کی نظر میں) لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۴ء۔ ص ۱-۳ ۔ سبط حسن رضوی، السید ۔ فارسی گویان پاکستان، راولپنڈی ۔ مرکز تحقیقات فارسی ۱۹۷۶ء۔ ج ۱۔ ص ۴۶۸۔۴۷۰

۲۔ علامہ اقبال (صوفی تبسم کی نظر میں) ،ص ۹

۳۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر : اسمامارجال اقبال (مضمون)۔ نیرنگِ خیال اقبال نمبر۔ ادارہ نقوش نومبر ۱۹۷۷ء۔ ص ۳۶۸

۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ۔ علامہ اقبال (صوفی تبسم کی نظر میں) ص : ۱۸-۱۹

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

356

نئی کتب — اقبال اکادمی پاکستان

GABRIEL'S WING

ایقان اقبال

IQBAL As I knew him By Doris Ahmad

IQBAL

اقبال کی ابتدائی زندگی

سوانح اقبال

The Reconstruction of Religious Thought in Islam — ALLAMA MUHAMMAD IQBAL

خطبات کا سرسری جائزہ

A NOTE BOOK OF ALLAMA IQBAL

Concept of Self and Self - Identity

برہان اقبال

میزان اقبال

اقبال اور قرآن

اقبال کا تصور بقائے دوام

اقبال ایک مطالعہ

نگاری بہ اقبال

کلیات اقبال

اردو — فارسی

علامہ اقبال کے طلوع اسلام، بال جبریل اور ضرب کلیم کے اردو کلام پر مشتمل کیسٹ بھی دستیاب ہیں۔

اقبال بیدہ جو کتب کی قیمت حاصل کر کے طلباء اسلام آکادمی اشرف ہر کتاب پر ۳۰ فیصد رعایت حاصل کر سکتے ہیں۔

من اے میر امم داد از تو خواہم

اقبال کی مابعد الطبیعیات

اقبال اور قائد اعظم

اردو نثر میں سیرت رسول

برق شگفت

تصورات عشق و خرد

IQBAL REVIEW

Poems from Iqbal

مکتوبات و خطبات اقبال

جاوید نامہ

اقبال اور محبت رسول

اقبال اکادمی کے جرائد

اقبالیات

دانائے راز

اقبال ۸۵

روایات اقبال

اقبال کے کلاسیکی نقوش

Rumi's Impact on Iqbal's Religious Thought